ڈی این اے رپورٹ: شرعی اور قانونی حیثیت

DNA Report: Shariah & Legal Status

Open Access Journal
Qtly. Noor-e-Marfat
eISSN: 2710-3463
pISSN: 2221-1659
www.nooremarfat.com
Note: All Copy Rights are Preserved.

Hafeez Arshad Hashmi
Doctoral Candidate Islamic Studies, Qurtuba University of Science and Information Technology, D. I. Khan.
E-mail: hafeez.arshad8066@gmail.com
Qammar Aziz
Doctoral Candidate Islamic Studies, Qurtuba University of Science and Information Technology, D. I. Khan.
E-mail: qamaraziz.mi@gmail.com
Prof. Dr. Muhammad Aslam
Professor of Islamic Studies, Qurtuba University of Science And Information Technology, D. I. Khan.
E-mail: ihsankhan0570@gmail.com

Abstract:
The religion of Islam is an eternal religion. Its teachings will remain until the Resurrection. The shariah of Islam has solutions to all the modern problems arising from the growing development of the world, which the scholars are explaining according to the modern requirements. Among other scientific problems in modern times, one problem is Deoxyribonucleic acid. Today, DNA is used to solve various legal problems. Especially in the courts, rape or adultery cases are investigated through the DNA which makes access to the criminal possible.
Similarly, in the case of unknown parentage of the child DNA tests are utilized to determine the father. The third important issue which can be related to DNA is to find the identity of the killer in a murder case through it. What is the ruling of Islamic Sharia in all these issues? Although a lot of work has been done on it, there is a need to clarify the Jurisprudential and legal status of the contemporary issues in the context of DNA and try to find what Islamic jurisprudence has to say in these issues. This article deals with all these issues in detail.

Keywords: DNA, Forensic Report, Shariah, Legal, Status.

خلاصہ

دین اسلام ایک ابدی دین ہے۔اس کی تعلیمات تا قیام قیامت رہنی ہیں۔ دنیا کی بڑھتی ہوئی ترقی کے ساتھ پیدا ہونے والے جدید مسائل کا حل شریعت اسلامیہ میں موجود ہے جسے علماء، جدید تقاضوں کے مطابق بیان کر رہے ہیں۔ جدید دور میں دیگر سائنسی مسائل کے ساتھ ساتھ ایک مسئلہ (Deoxy Ribonucleic Acid) ہے۔ آج ڈی این اے DNA کے ذریعے مختلف قانونی مسائل کو حل کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ خصوصاً عدالتوں میں ریپ یا زنا کے معاملات کی تفتیش و تحقیق ڈی این کے ذریعے کی جاتی ہے۔ اور اسی ذریعے سے مجرم تک رسائی ممکن بنائی جاتی ہے۔ اسی طرح بچے کے نسب کے مجہول ہونے کی صورت میں جدید صور میں ڈی این اے کے ذریعے نسب معلوم کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ اور تیسرا اہم مسئلہ واردات قتل میں ڈی این اے شواہد و ثبوت کے ذریعے قاتل کو تلاش کرنے کا ہے۔ ان تمام مسائل میں شریعت مطہرہ کا حکم کیا ہے؟

اس پر اگرچہ کافی کام ہو چکا ہے لیکن ضرورت اس امر کی ہے کہ عصر حاضر کے پیش آمدہ معاملات کی ڈی این اے کے تناظر میں شرعی و قانونی حیثیت کو واضح کیا جائے اور یہ جاننے کی کوشش کی جائے کہ ان مسائل میں اسلامی فقہ کے کیا اصول و قواعد ہیں؟ زیر نظر مقالہ میں ان تمام معاملات پر تفصیل سے بحث کی گئی ہے۔

کلیدی الفاظ: ڈی این اے، فرانزک رپورٹ، شرعی حیثیت، قانونی حیثیت۔

1. تحقیق کا بنیادی سوال

آج کی سائنسی دنیا میں ڈی این اے ٹیسٹ، ایک معروف ٹیسٹ ہے جس کے چند عام فوائد اور استعمالات یہ ہیں:
اگر یہ جاننا ہو کہ کسی انسان کے حقیقی والدین کون ہیں تو انسان کا ولدیت کا دعویٰ کرنے والوں کے ساتھ ڈی این اے میچ کرکے دیکھا جاتا ہے۔ اگر دونوں کے ڈی این اے میں مماثلت ہو تو ولدیت کا دعوی درست قرار پاتا ہے۔ مجرم کی شناخت کے لیے ڈی این اے کی مدد سے مجرم کی شناخت آسانی سے کی جاسکتی ہے۔ نیز شادی سے پہلے بیماری وغیرہ کی معلومات کے حصول کے لیے ڈی این اے ٹیسٹ کروایا جاتا ہے پھر شادی کرنے یا نا کرنے کا فیصلہ کیا جاتا ہے۔ ماں کے پیٹ میں موجود بچے کا ڈی این اے ٹیسٹ کروایا جاسکتا ہے۔ وہ اگر صحت مند ہے تو ٹھیک اور اگر بیمار ہے یا کسی عضو سے محروم ہے تو علاج کا طریق کار بھی اختیار کیا جاتا ہے۔ اسی طرح بیٹی یا بیٹا کی صورت میں یا کسی اور وجہ کی بنیاد پر اسقاط حمل بھی کیا جاسکتا ہے۔ اسی طرح قتل، زنا، چوری وغیرہ جرائم میں بھی ڈی این اے ٹیسٹ کے ذریعے مجرم تک پہنچنے میں مدد حاصل کی جاسکتی ہے۔ آئے روز عدالتوں میں ڈی این اے کے ذریعے شواہد پیش کیے جارہے ہیں۔

یہاں سوال یہ ہے کہ مندرجہ بالا امور میں ڈی این اے ٹیسٹ کی شریعت اسلامی میں کیا حیثیت ہے ؟آیا اسلام میں صرف ڈی این اے ٹیسٹ کی بنیاد پر سزائیں دی جاسکتی ہیں یا نہیں ؟ڈی این اے ٹیسٹ کی حدود قصاص میں کیا اہمیت ہے؟ اور کیا جج ڈی این اے ٹیسٹ کی بنیاد پر تعزیر یا سزا دینے کا حقدار ہے یا نہیں؟ان تمام معاملات میں شریعت کے کیا احکام ہیں اور علماء کرام کی کیا آراء ہیں؟ ذیل کی بحث میں انہی سوالات کے جوابات ڈھونڈنے کی کوشش گئی ہے۔

2. سابقہ تحقیقی کام کا جائزہ

اس موضوع پر اگرچہ امہات الکتب میں صراحتا تو کچھ نہیں ملتا لیکن کئی اشارہ جات اور نکات سے اس مسئلہ کے متعلق راہنمائی حاصل ہوتی ہے، بعد میں میڈیکل سائنس کی ترقی کے ساتھ ساتھ اس کی شرعی و قانونی حیثیت بھی زیر بحث آئی اور علماء امت نے اس پر قلم اٹھائی اور مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالی. ڈاکٹر وحبہ الزحیلی نے "البصمة الوراثيه"کے نام سے اور ڈاکٹر سعید الدین مسعد ہلالی نے " البصمة الوراثيه و علائقها الشرعيه_ دراسة فقهية مقارنة" کے نام سے اس موضوع پر داد تحقیق وصول کی۔اسی موضوع پر کانفرنسز اور سیمینارز منعقد کیے گئے, مختلف معتبر اداروں نے اس پر محققین کو کام کرنے کے لئے برانگیختہ کیا اور ان کے کام کو تحریری شکل دی۔ اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا نے مارچ 2006 دارالعلوم صدیقیہ میسور میں اسی عنوان پر فقہی سیمینار کا انعقاد عمل میں لایا جس کو پندرہویں فقہی سیمینار کا نام دیا گیا۔اس سیمینار میں کئی معتبر و معتمد محققین نے اپنے تحقیقی مقالہ جات پیش کیے جنہیں بعد میں ”ایفا پبلیکیشنز“ کے تعاون سے کتابی شکل میں منضبط کرکے پیش کر دیا گیا۔اس کے علاوہ بھی کچھ کام ہوا ہے لیکن جس پہلو سے میں نے اس پر کام کیا ہے اس طرح کا کام میری نظر سے نہیں گزرا۔

3. اسلوب تحقیق

اس موضوع میں میرا طرز تحقیق بیانیہ واستنباطیہ رہا ہے۔ امہات الکتب سے اس کی نظائر تلاش کرکے عصر حاضر کے تقاضوں کے مطابق ڈی این اے پر ان کی تطبیق کی ہے۔ مختلف آیات واحادیث سے متعلقہ نکات اخذ کرنے کی سعی کی ہے نیز اسلاف کے متعلقہ اقتباسات و تحقیقات کو زیر بحث لا کر ان کی وضاحت کرنے کی جسارت کی ہے تاکہ مقالہ کا کوئی پہلو تشنہ نہ رہے۔

4. ڈی این اے کی ساخت و تفصیلات

ڈی این اے اصل میں ڈی آکسی راء بیو نیو کلیک ایسڈ کا مخفف ہے اور اس کے نام کے معنی اور اجزاء کے اردو متبادل یوں ہیں: ڈی کا مطلب ہے کم ہو جانا، نکل جانا، اور کسی کا مطلب ہے آکسیجن، راء بیوز ایک قسم کی شکر ہے، نیو

کلیئک سے مراد مرکزہ ہےاور ایسڈ ترشہ (تیزابی خاصیت رکھنے والا) گویا اردو میں ڈی این اے کا مکمل نام "فقید آکسیجن راء بیو مرکزی ترشہ" ہے گویا ڈی این اے سے مراد "ایک آکسیجن جو ہر کم رکھنے والا مرکزی توشہ" ہے۔ رائبوز کا لفظ دراصل گوند عربی سے حاصل ہونے والی ایک شکر عربي نوز سے ماخوذ ہے، گوند عربی جنوبی صحرائے اعظم میں پائے جانے والے پودے اکیشیا سے حاصل ہوتا ہے۔جس طرح کمپیوٹر کے براوزر پہ صفحہ کے پیچھے HTML کے رموز یعنی کوڈز کارفرما ہوتے ہیں اسی طرح زمین پر چلتی پھرتی زندگی کے پیچھے ڈی این اے کے رموز کارفرما ہوتے ہیں یعنی کسی جاندار کی ظاہری شکل وصورت اور روّیہ، دراصل اس کے خلیات میں موجود ڈی این اے کے اندر پوشیدہ وراثتی رمز (جینیٹک کوڈ) سے بنتا ہے۔

ڈی این اے میں لکھا گیا پوری زندگی کا یہ افسانہ طرز وراثت (جینو ٹایپ) کہلاتا ہے۔ طرز ظاہری اور طرز وراثتی کے فرق کی وضاحت ایسی ہے کہ جیسے ایک ٹی وی کی اسکرین پر نظر آنے والا ڈراما ہو جو مکمل طور پر اپنے لیے لکھے گئے اسکرپٹ پر چلتا ہے، گویا ڈراما خود طرز ظاہری کی مثال ہو اور اس کے لئے لکھا گیا اسکرپٹ طرز وراثتی کی۔ وراثہ یعنی جین ایک موروثی اکایي ہے جو والدین سے آنکھ کا رنگ، جسم، قد وغیرہ اولاد کو منتقل کرتی ہے یہ موروثی اکائیاں (جینز) ڈی این اے کے طویل سالمے پر ایک قطار کی صورت میں موجود ہوتی ہیں اس کی مثال کچھ یوں دی جاسکتی ہے کہ جیسے دھاگے کے بہت سے چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں کو گرہ باند ھ کر ایک کر دیا جائے تو اس طرح بننے والے بڑے دھاگے کو ڈی این اے اور گرہ سے بندھے ہوئے چھوٹے ٹکڑوں کو جین کہا جاسکتا ہے۔

جین کہلانے والے ڈی این اے کے سالمہ کے یہ ٹکرے اپنے طور پر الگ الگ مخصوص اور مختلف اقسام کی پروٹین تیار کرتے ہیں پروٹین کو تیار کرنے کے علیحدہ علیحدہ مخصوص حصے یا جینز ہوتے ہیں دراصل جینز کا مسودہ ڈی این اے سے نقل کرتے ہیں۔ ڈی این اے تمام جاندار خلیات میں پایا جانے والا ایک سالمۂ کبیر (میکرو مالیکیول) ہے جو کاربن، آکسیجن، ہائڈروجن، نائٹروجن اور فاسفورس جیسے کیمیائی عناصر سے بنتا ہے خلیات کی بات کی جائے تو ایسے خلیات جن میں ایک ترقی یافتہ مرکزہ پایا جاتا ہے یعنی یوکریوٹک تو یہ نیوکلیس کے کروموسومز میں پایا جاتا ہے لیکن ان خلیات میں جو ایک ترقی یافتہ مرکزہ نہیں رکھتے یعنی پروکریوٹک، ڈی این اے ایک واحد دائری سالمہ کی صورت میں ہوتا ہے۔[1]

ڈی این اے ایک انتہائی طویل سالمہ ہے اور اسے خود کو خلیہ کے مرکز میں سمونے کے لئے اپنے آپ کو بل کھا کر لپٹ کر ایک پیچ دار صورت میں ڈھلنا پڑتا ہے۔ سائنسدانوں نے ڈی این اے کی لمبائی معلوم کرنے کی کوشش کی ہے اور ان کے مطابق صرف ایک خلیہ میں موجود ڈی این اے کے مالیکیول کی طوالت دو تا تین میٹر ہوتی ہے۔[2]

1953ء میں جیمز واٹسن اور فرانسس کرک نے ڈی این اے کی ساخت کا ماڈل پیش کیا واٹسن، کرک کے ماڈل کے مطابق ڈی این اے کا مالیکیول دو پولی نیوکلیوٹائیڈز دھاگوں پر مشتمل ہوتا ہے۔ ڈی این اے کی ساخت کو بیان کرنے کے سلسلے میں 1962 میں واٹسن اور کرک کو نوبل انعام دیا گیا 1953 میں واٹسن اور کرک نے ڈی این اے کا ماڈل پیش کیا جس میں اس کی کیمیائی، طبعی اور حیاتیاتی خواص کو بیان کیا گیا۔[3]

5. ڈی این اے ٹیسٹ

رانا وسیم اسلم اپنے ایک مضمون "ڈی این اے ٹیسٹ کیا ہے اور کیسے کیا جاتا ہے" میں رقمطراز ہیں ہر انسان کا ڈی این اے مختلف ہوتا ہے۔ ڈی این اے ٹیسٹ کی مدد سے انسان کے بارے میں مکمل معلومات حاصل کی جاسکتی ہیں۔ ڈی این اے انسانوں اور تمام جانداروں کے جسم میں پایا جانے والا وراثتی مادہ ہے۔ ہر انسان کا ڈی این اے دوسرے انسان سے مختلف ہوتا ہے۔ ہر انسان اپنے ڈی این اے کا 50% حصہ اپنی والدہ سے وصول کرتا ہے اور بقیہ 50% حصہ والد سے۔ ان دونوں ڈی این اے کے مخصوص مرکب سے انسان کا اپنا ڈی این اے بنتا ہے۔ ڈی این اے میں انسان کے بارے میں سب معلومات ہوتی ہیں۔ جس شخص کا بھی ڈی این اے ٹیسٹ مقصود ہو اس کا بال، خون، ہڈی اور گوشت یا ان میں سے کسی ایک چیز کا نمونہ لیا جاتا ہے۔ سب سے پہلے انسانی خلیے میں ڈی این اے الگ کیا جاتا ہے۔ پھر پولیمیریز چین ری ایکشن نامی طریقے کی مدد سے ان ڈی این اے کی لاکھوں کاپیاں بنائی جاتی ہیں ان لاکھوں کاپیوں کی مدد سے ڈی این اے کی جانچ بہتر طریقے سے ہو سکتی ہے۔ ڈی این اے کو جانچنے کے بعد ڈی این اے فنگر پرنٹ بنایا جاتا ہے۔ دو مختلف نمونوں کے ڈی این اے فنگر پرنٹ میں مماثلت دیکھ کر ان میں سے کسی تعلق کا تعین کیا جاسکتا ہے۔ پاکستان میں فرنزاک لیب، فرنزاک سائنس دان اور ماہر عملے کی کمی کے باعث اس کو انجام دینے میں کئی مشکلات کا سامنا رہتا ہے۔

6. ڈی این اے ٹیسٹ میں غلطی کا امکان

مفتی منیب الرحمٰن صاحب اپنے ایک کالم "ڈی این اے کے بارے میں چشم کشا حقائق" میں لکھتے ہیں:

(ڈی این اے فرانزک رپورٹ) میں ملاوٹ اور کسی چیز کی آمیزش کا امکان موجود ہے یعنی ذاتی پسند و ناپسند، ترغیب و تحریص، دباؤ اور تعصب کی بناپر حقائق و واقعات میں تغیر و تبدل یا کمی بیشی یا موثر یا غیر موثر بنا کر پیش کرنا ممکن ہے۔ اسی طرح تمام تر دیانت اور نیک نیتی کے باوجود بشری خطا کے امکان کو بھی کلی طور پر رد نہیں کیا جاسکتا۔ یہ ضروری نہیں کہ ہر کیس میں ایسا ممکن ہو لیکن خطا کا امکان قطعیت کی نفی کے لیے کافی ہے۔ ہمارے ہاں میڈیکل لیگل رپورٹ اور میت کے پوسٹ مارٹم میں ردوبدل کے شواہد بہت ہیں۔ الغرض ان اسباب کی بناپر ڈی این اے کی مثبت رپورٹ یا

فرنزاک شواہد ظنی اور مشتبہ قرار پاسکتے ہیں، قطعی ہر گز نہیں ہو سکتے؛ جبکہ حد نافذ کرنے یا قتل کی سزا نافذ کرنے کے لیے ثبوت کا قطعی ہونا ضروری ہے اور وہ مطلوبہ عینی شہادت ہی سے ممکن ہے۔

خون کے دھبے، بندوق کی گولیاں اور انسانی دانت سے کاٹنا اسی زمرے میں آتا ہے تاہم ان شواہد کی بنا پر جج یا قاضی اگر مطمئن ہو تو تعزیر کے طور پر سزا دے سکتا ہے اور اس سے کسی کو اختلاف نہیں ہے۔امریکہ اور جرمنی کی عدالتوں اور تفتیشی اداروں کے حوالے سے ڈی این اے رپورٹ کے غیر یقینی ہونے کے بارے میں وہاں کے اخبارات کے حوالوں سے ہمیں شواہد فراہم کیے امریکہ کے نہایت مشہور ایتھلیٹ او جے سمپسن پر اپنی بیوی اور اس کے آشنا کے دہرے قتل کا الزام تھا۔وکیل صفائی نے موقف اختیار کیا کہ ڈی این اے کے حاصل کیے ہوئے نمونے میں لیبارٹری میں کسی آمیزش کے امکان کو رد نہیں کیا جاسکتا۔

اسی طرح 2009 میں ایک واضح ابہام رپورٹ کیا گیا اس کی رو سے محض ڈی این اے کی مثبت رپورٹ پر اس حد تک انحصار کو شک کی نظر سے دیکھا گیا کہ اسے قطعی شہادت مان کر مجرم پر سزائے موت نافذ کر دی جائے، پندرہ سال تک جرمنی کی ایک اسٹیٹ کی پولیس ایک عادی قاتلہ خاتون کو شدت سے تلاش کرتی رہی جس کے ڈی این اے کے مثبت شواہد چالیس جرائم کے وقوعوں میں پائے گئے۔ان میں سے چھ قتل کے جرائم تھے ۔2007 میں انہوں نے متبادل امکانات پر غور شروع کیا پھر مارچ 2009 میں سینٹ منسٹر نے اعلان کیا کہ کیس کو حل کر لیا گیا وہ یہ ہے کہ جس فیکٹری سے نمونہ لینے کے لیے روئی کا پھایا لیا جارہا تھا وہاں ایک خاتون ورکر کی لاپرواہی سے آمیزش ہو رہی تھی۔[4]

اسی طرح ایمنڈا ناکس نامی ایک امریکی خاتون کو اٹلی میں اپنے ساتھ کمرے میں رہنے والی دوسری خاتون کو قتل کرنے کے الزام میں 25 پچیس سال کی سزا سنائی گئی۔اس پر الزام ثابت کرنے کے لیے ڈی این اے لیبارٹری رپورٹ کو بطور ثبوت پیش کیا گیا، تقریبا ایک سال بعد اس فیصلے کو چیلنج کر دیا گیا اور امریکہ کے ایک اخبار میں رپورٹ شائع ہوئی۔ایمنڈا ناکس کو ایک فیصلہ کن فتح حاصل ہوئی ایک غیر جانبدار فرانزک رپورٹ نے بتایا کہ اس امریکی طالب علم اور اس کے ساتھی کے مقدمے میں جو ڈی این اے رپورٹ بطور شہادت استعمال کی گئی وہ قابل اعتماد نہیں تھی اور اس میں آمیزش تھی۔اس رپورٹ سے معلوم ہوا کہ پہلے ٹرائل میں جو ڈی این اے ٹیسٹ استعمال کیا گیا وہ بین الاقوامی معیار سے کم تر درجے کا تھا اور اس کے سبب ایمنڈا ناکس کی سزا کو ختم کرنے کے امکانات بڑھ گئے۔پس شرعی حد جاری کرنے کے لیے ڈی این اے ٹیسٹ کو حتمی اور قطعی ثبوت ماننے والوں کو اس رپورٹ کا مطالعہ ضرور کرنا چاہیے۔

ہمارے ہاں بعض لوگ قتل یا آبروریزی کے مقدمات (یعنی ایسے جرائم جن کی سزا موت یا عمر قید ہے) میں صر

ف ڈی این اے کی مثبت لیبارٹری رپورٹ کو حتمی اور قطعی شہادت کے طور پر قبول کرنے پر مصر ہیں اور اسے حتمی اور قطعی ثبوت نہ ماننے والوں کو دقیانوسی فکر کا حامل قرار دیتے ہیں ایسے تمام لبرل حضرات سے گزارش ہے کہ وہ آبروریزی کے مقدمات میں ڈی این اے کی شہادت کو قطعی ثبوت نہ جاننے کی بابت یونیورسٹی آف مشی گن کے 56 سالہ کارل وٹسن کے مقدمے کا مطالعہ کریں جسے جبری آبروریزی کے مقدمہ میں 25 سال کی جیل گزارنے کے بعد اس بنا پر رہا کر دیا گیا کہ جج ایزن براؤن نے کہا" عدالت سائنسی شواہد کی بجائے عینی شہادت پر انحصار کرے گی۔[5]

الغرض ڈی این اے ٹیسٹ کی مثبت رپورٹ کے قطعی ثبوت نہ ہونے کے بارے میں امریکہ اور مغربی ممالک کی عدالتیں یک آواز نہیں ہیں۔ بعض اسے حتمی اور قطعی ثبوت مانتے ہیں اور بعض عدالتوں اور ایف بی نے اسے تسلیم نہیں۔[6]

7. ڈی این اے ٹیسٹ کے ذریعے زانی کی شناخت کی شرعی و قانونی حیثیت

اسلام میں زنا کی سزا کے اصول و طریقہ کار کے متعلق قرآن پاک کا حکم درج ذیل ہے:۔

اَلزَّانِیَۃُ وَ الزَّانِیۡ فَاجۡلِدُوۡا کُلَّ وَاحِدٍ مِّنۡہُمَا مِائَۃَ جَلۡدَۃٍ۪ وَّ لَا تَاۡخُذۡکُمۡ بِہِمَا رَاۡفَۃٌ فِیۡ دِیۡنِ اللّٰہِ اِنۡ کُنۡتُمۡ تُؤۡمِنُوۡنَ بِاللّٰہِ وَ الۡیَوۡمِ الۡاٰخِرِ ۚ وَ لۡیَشۡہَدۡ عَذَابَہُمَا طَآئِفَۃٌ مِّنَ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ النور،24:02۔

ترجمہ: جو عورت بدکار ہو اور جو مرد تو ان میں سے ہر ایک کو سو کوڑے لگاؤ اور تمہیں ان پر ترس نہ آئے اللہ کے دین میں اگر تم ایمان لاتے ہو اللہ اور پچھلے دن پر اور چاہیے کہ ان کی سزا کے وقت مسلمانوں کا ایک گروہ حاضر ہو۔"

نیز حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا مجھ سے حاصل کر لو مجھ سے حاصل کر لو بے شک اللہ نے عورتوں کے لیے راستہ بنایا ہے: البکربالبکر جلد ماءۃ ونفی سنۃ والشیب بالشیب جلد ماءۃ والرجم یعنی: " کنوارہ مرد اگر کنواری عورت سے زنا کرے تو اسے 100 کوڑے مارو اور ایک سال کے لیے ملک بدر کر دو اور شادی شدہ مرد شادی شدہ عورت سے زنا کرے تو 100 کوڑے اور رجم کر دو۔"[7]

عبداللہ بن عباس بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب نے منبر پر بیٹھے ہوئے فرمایا اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا اور آپ پر کتاب نازل فرمائی آپ پر جو آیات نازل ہوئیں ان میں رجم کی آیت بھی تھی ہم نے اس کو پڑھا اور یاد رکھا اور سمجھا رسولؐ نے رجم کیا اور آپ کے بعد ہم نے بھی رجم کیا سو مجھے خوف یہ ہے کہ زیادہ زمانہ گزرنے کے بعد کوئی کہنے والا یہ کہے گا کہ کتاب اللہ میں رجم کی آیت نہیں ہے اور اللہ کے نازل شدہ فرض کو ترک کرکے لوگ گمراہ ہو جائیں گے حالانکہ اگر شادی شدہ مرد اور عورت زنا کریں اور ان کے خلاف گواہ ہوں یا حمل ہو یا وہ اعتراف کر لیں تو ان کو رجم کرنا کتاب اللہ میں ثابت ہے۔[8]

درج بالا آیت اور احادیث سے یہ ثابت ہورہاہے کہ اگر کنوارہ مرد اور کنواری عورتیں کریں تو انہیں 100 کوڑے مارے جائیں گے اور اگر شادی شدہ ہوں تو سنگسار کیا جائے گا۔ ثبوت زنا کے تین طریقے حضرت عبداللہ بن عباس کی حدیث میں بیان ہوئے ایک یہ کہ گواہ ہو، دوسرا یہ کہ لڑکی کو حمل ہو، اور تیسرا یہ کہ کوئی ایک یا دونوں اقرار کرلیں فقہانے انہی تین طریقوں کی ہی تفصیل بیان کی ہے۔

ا. گواہی (شہادت)

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں زنا کی گواہی کی سات شرطیں ہیں:

ا۔زنا کے ثبوت کے لیے چار گواہ ضروری ہیں، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وَالّٰتِیْ یَاْتِیْنَ الْفَاحِشَةَ مِنْ نِّسَآئِکُمْ فَاسْتَشْهِدُوْا عَلَیْهِنَّ اَرْبَعَةً مِّنْکُمْ فَاِنْ شَهِدُوْا فَاَمْسِکُوْهُنَّ فِی الْبُیُوْتِ حَتّٰی یَتَوَفّٰهُنَّ الْمَوْتُ اَوْ یَجْعَلَ اللّٰهُ لَهُنَّ سَبِیْلًا ۔النساء، 04 : 15 ترجمہ: "اور تمہاری عورتوں میں سے جو بدکاری کرلیں ان پر اپنوں میں سے چار مردوں کی گواہی لو پھر اگروہ گواہی دے دیں تو ان عورتوں کو گھر میں بند کردو یہاں تک کہ موت ان (کی زندگی) کو پورا کردے یا اللہ ان کے لئے کوئی راستہ بنادے۔"

اور تمہاری عورتوں میں سے جو بدکاری کاارتکاب کریں ان کے خلاف اپنے مردوں میں سے چار گواہ لاؤ سورۃ نور میں اللہ کافرمان ہے: وَالَّذِیْنَ یَرْمُوْنَ الْمُحْصَنَاتِ ثُمَّ لَمْ یَاْتُوْا بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ فَاجْلِدُوْهُمْ ثَمَانِیْنَ جَلْدَةً وَّلَا تَقْبَلُوْا لَهُمْ شَهَادَةً اَبَدًا وَاُولٰٓئِکَ هُمُ الْفَاسِقُوْنَ النور،24:04 ترجمہ: "اور جو لوگ پاک دامن عورتوں پر تہمت لگاتے ہیں اور پھر چار گواہ نہیں لاتے تو انہیں اسّی دُرّے مارو اور کبھی ان کی گواہی قبول نہ کرو، اور وہی لوگ نافرمان ہیں۔"

۲۔ زنا کے تمام گواہوں کامرد ہونا ضروری ہے۔ اور اس میں عورتوں کی گواہی کسی حال میں قبول نہیں کی جائے گی کیونکہ اربعہ کا لفظ مذکر کے لیے اور جب بعض گواہ عورتیں ہوں تو اس پر "اربعۃ شھداء" صادق نہیں ہوگا اور یہ لفظ قرآن کے خلاف ہے۔

۳۔زنا کے تمام گواہ آزاد ہوں۔ لہٰذا اس میں غلام کی گواہی مقبول نہیں ہوگی۔

۴۔ گواہ عادل (نیک) ہوں۔ فاسق کی گواہی مقبول نہیں ہوگی۔ اور نہ اس مستور الحال کی جس کے نیک ہونے کا علم نہ ہو کیونکہ ہو سکتاہے کہ وہ فاسق ہو۔

۵۔ گواہ مسلمان ہوں لہٰذا زنا میں اہل ذمہ کی گواہی مقبول نہیں ہوگی۔

۶۔ گواہ زنا کی کیفیت بیان کریں اور یہ کہیں کہ انھوں نے مرد کے آلہ کو عورت کے اندام نہانی میں اس طرح دیکھا ہے جیسے سلائی سرمہ دانی میں۔

۷۔ تمام گواہ ایک ہی مجلس میں ہوں۔[9]

II. اقرار

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں:

خلاصہ یہ ہے کہ حد یا اقرار سے واجب ہوتی ہے یا گواہی سے اگر اقرار سے ثابت ہو تو زانی کے چار مرتبہ اقرار کرنے کا اعتبار ہوگا۔[10] علامہ ابن قدامہ حنبلی اور فقہاء احناف کی اس موقف پر دلیل یہ حدیث مبارکہ ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس مسجد میں ایک شخص آیا اور اس نے باآواز بلند کہا: یارسول اللہ! میں نے زنا کیا ہے، آپ نے اس سے منہ پھیر لیا۔ اس نے دوسری طرف رسول اللہ ﷺ کے سامنے آکر عرض کی: یارسول اللہ! میں نے زنا کیا ہے۔ آپ نے اس سے اعراض کر لیا حتی کہ وہ چار مرتبہ آپ کے سامنے آیا۔ جب اس نے اپنے خلاف چار مرتبہ گواہی دے دی تو آپ نے اس سے فرمایا کیا تمہارا دماغ خراب ہے؟ اس نے عرض کی نہیں۔ آپ نے فرمایا: کیا تم شادی شدہ ہو؟ اس نے کہا: جی، تب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس کو لے جاکر رجم کر دو۔[11]

III. حمل

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں:

جب کوئی عورت بغیر شوہر اور مالک کے حاملہ ہو جائے تو صرف اس حمل کی وجہ سے اس پر حد نہیں ہوگی بلکہ اس سے تفتیش کی جائے گی اگر وہ دعویٰ کرے کہ اس کے ساتھ جبراً وطی کی گئی ہے یا کسی شبہ کی وجہ سے اس کے ساتھ وطی کی گئی یا وہ زنا کا اعتراف نہ کرے تو اس پر حد نہیں لگائی جائے گی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس ایک عورت کو پیش کیا گیا جو بغیر خاوند کے حاملہ ہو گئی تھی، جب حضرت عمر نے اس سے تفتیش کی تو اس نے کہا میں بے خبر ہو کر گہری نیند سوتی ہوں، میں سوئی ہوئی تھی کہ مجھ سے ایک شخص نے وطی کی اور میں اس وقت بیدار ہوئی جب وہ فارغ ہو چکا تھا، یہ سن کر حضرت عمر نے اس سے حد ساقط کر دی۔[12]

ثبوت زنا کے تینوں طریقوں کی کڑی شرائط سے ایک بات روز روشن کی طرح عیاں ہو رہی ہے کہ زنا کی حد نافذ کرنے سے پہلے اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ اس میں غلطی کا موہوم سا امکان بھی نہ رہے جب تک زنا کا ثبوت قطعی اور یقینی نہ ہو تب تک حد نافذ نہیں ہو سکتی۔ تھوڑا سا شک و شبہ بھی حد کے نفاذ میں مانع قرار پاتا ہے، کیونکہ نبی علیہ السلام نے فرمایا: ادروءا الحدود بالشبہات[13] یعنی: : حدود کو شبہات کی وجہ سے رد کر دو۔"

شریعت کے درج بالا کڑے اصولوں کی روشنی میں یہ بات واضح ہو رہی ہے کہ شرعی حدود تب دی جائیں گی

جب کسی قسم کا شک و شبہ اور غلطی کا امکان باقی نہ رہے اگر کہیں پر بھی ثبوت جرم میں غلطی کا مبہم سا امکان بھی پایا جائے گا تو حد جاری نہیں ہو گی۔ لہٰذا ڈی این اے ٹیسٹ کی مدد سے زانی کی شناخت کی شرعی حیثیت کے حوالے سے مقبول احمد سلفی لکھتے ہیں:

زنا اور ڈی این اے ٹیسٹ کی شہادت آجکل جو ڈی این اے ٹیسٹ سے زانی کا پتہ لگایا جاتا ہے وہ یقینا ترقی یافتہ زمانے کی سہولیات میں سے ایک سہولت ہے جس سے بہت سارے کاموں میں مدد لی جاسکتی ہے لیکن زنا کے ثبوت میں شرعاً ڈی این اے ٹیسٹ کا بالکلیہ اعتبار نہیں کیا جائے گا۔ اس کے بہت سے عقلی و نقلی دلائل ہیں۔

ا۔ حدود قصاص میں ڈی این اے ٹیسٹ معتبر نہیں کیونکہ حدود قصاص میں اسلام کا اصول کہتا ہے کہ اگر اس میں شبہ پیدا ہو جائے تو حد ساقط ہو جاتی ہے۔ تو زنا کے ثبوت کے لیے ایسی گواہی تسلیم نہیں ہو گی جس میں شبہات ہوں۔ ڈی این اے ٹیسٹ میں شبہات بھی ہیں اور خطا کا امکان بھی ہے۔ اس لیے اسے علم و گمان کا درجہ تو دیا جاسکتا ہے لیکن قطعی علم کبھی نہیں کہا جائے گا؛ جبکہ زنا کے ثبوت کے لیے قطعی علم چاہیے جو چار گواہوں کی گواہی سے ہی حاصل ہو گا۔

۲۔ اگر ٹیسٹ کروانے والے آلے یا تکنیک میں گڑبڑ ہو تو ٹیسٹ رپورٹ صحیح نہیں ہو گی۔

۳۔ ٹیسٹ کرنے والا ناتجربہ کار ہو یا ٹیسٹ کرتے ہوئے غلطی کر جائے تو اس صورت میں بھی رپورٹ غلط آئے گی۔

۴۔ ٹیسٹ کے وقت جانچ کی چیزیں ادھر سے ادھر ہو جائے جس کا علم ٹیسٹ کرنے والے کو نہ ہوسکے تجربہ گاہ میں ایسا ممکن ہو جہاں ہزاروں لوگوں کے خون پیشاب، منی اور آلات وغیرہ رکھے ہوتے ہیں۔

۵۔ اگر مسلمان آدمی کا معاملہ ہو اور ٹیسٹ کرنے والے غیر مسلم ہوں تو کسی منفعت کی وجہ سے رپورٹ غلط بنا سکتے ہیں مثلاً اسے رشوت دی گئی ہو یا اسے مسلم یا اسلام سے نفرت ہو وغیرہ۔

۶۔ دنیا کے سارے ٹیسٹوں کے متعلق عام طور پر سے ایسا تجربہ ہوا ہے کہ رپورٹ میں کچھ تھا اور حقیقت اس کے برعکس نکلی اس وجہ سے اس پر پورا انحصار نہیں کیا جائے گا۔

۷۔ اجتماعی عصمت دری میں آج بھی ڈی این اے ٹیسٹ کارگر نہیں ہے ملے جلے سگنل کسی تیسرے شخص کی طرف بھی غلط نشاندہی کر سکتے ہیں۔

۸۔ اگر ڈی این اے ٹیسٹ کو زنا کی حد قائم کرنے کے لیے معتبر اور کافی مان لیا جائے تو آج کے پروفیشن دور میں جعلی ٹیسٹ رپورٹ بنوانا، پاکباز عورتوں پر تہمت لگانا اور رشوت دے کر رپورٹ تبدیل کرنا آسان ہو جائے گا بلکہ ایسا ہونے کے واقعات رونما ہوتے بھی رہتے ہیں۔

۹۔ اگر ٹیسٹ کی بنیاد پر کسی کو سزائے موت دے دی گئی اور بعد میں معلوم ہوا کہ ٹیسٹ جعلی تھا یا ٹیسٹ

رپورٹ کسی وجہ سے غلط آئی تو جس کی جان گئی وہ تو واپس نہیں آ سکتی۔[14]

درج بالا امکانات اور واقعات کی روشنی میں یہ سمجھنا مشکل نہیں کہ ڈی این اے کی ٹیسٹ رپورٹ میں غلطی کے بہت سے امکانات موجود ہیں اور انہی امکانات کی بدولت کئی جگہوں پر ان رپورٹوں میں کوتاہی بھی ہو چکی ہے اور رپورٹ کی غلطی کو تسلیم بھی کیا جا چکا ہے جس کی تفصیل مفتی منیب الرحمان صاحب کے کالم سے بیان کی گئی ہے۔ ٹیسٹ رپورٹ میں غلطی کے امکانات کی وجہ سے اسے حتمی اور قطعی ثبوت کے طور پر پیش نہیں کیا جاسکتا ہے۔ چنانچہ علامہ غلام رسول سعیدی لکھتے ہیں:

آج کل میڈیکل سائنس کی وجہ حیرت انگیز ترقی کے دور میں یہ ممکن ہو گیا ہے کہ لیبارٹری میں میڈیکل ٹیسٹ سے یہ ثابت کیا جاسکے کہ یہ اجزاء منویہ فلاں شخص کے ہیں یا نہیں فرض کیجئے ایک عورت کے ساتھ کسی شخص نے زنا بالجبر کیا وہ عورت پولیس کے پاس پہنچ گئی پولیس نے عورت کو لیبارٹری میں بھیج کر اس کی اندام نہانی سے اجزاء منویہ نکلوا کر محفوظ کرا لیے۔ پھر جس شخص کے خلاف اس عورت نے زنا بالجبر کا دعوی کیا تھا اس کے اجزاء منویہ حاصل کر کے ان محفوظ شدہ اجزاء منویہ سے مقابلہ کیا گیا اور میڈیکل رپورٹ سے وہ دونوں اجزاء ایک ہی شخص کے ثابت ہوئے تو کیا اس دلیل کی بنا پر اس شخص پر حد لگانی جائز ہے یا نہیں۔ ہم نے اس سوال پر غور کیا تو ہم اس نتیجہ پر پہنچے کہ اس صورت میں حد لگانی جائز نہیں ہے کیونکہ یہ رپورٹ بہر حال ظنی ہے۔ یہ ہو سکتا ہے کہ تجزیہ کرنے میں کوئی خامی رہ گئی ہو یا کوئی غلطی لاحق ہو گئی ہو اور مسلمان کی جان کی حفاظت قطعی ہے اور اس کو قتل کرنا حرام ہے اور جب ظنی دلیل کا تقاضا قتل کرنا ہو اور قطعی دلیل کا تقاضا قتل نہ کرنا ہو تو قطعی دلیل کا اعتبار کرنا واجب ہے۔ اس لیے میڈیکل رپورٹ کی بنا پر اس کو رجم کرنا جائز نہیں ہے۔ البتہ جس عورت نے کسی شخص کے خلاف زنا بالجبر کا دعویٰ کیا اور میڈیکل رپورٹ سے اس کے دعویٰ کی تصدیق ہو گئی اس عورت پر حد قذف نہیں لگائی جائے گی۔[15]

مفتی عبدالقیوم ہزاروی (ادارہ منہاج القرآن) سے سوال کیا گیا کہ عورت کے ریپ پر کیا چار گواہ ہونا ضروری ہیں؟ اس میں کیا حکمت ہے اور کیا آج کے دور میں یہ ثابت کرنے کے لیے ڈی این اے کافی نہیں ہے؟ انہوں نے جواب میں لکھا کہ:

ثبوت زنا کے لیے چار گواہوں کا نصاب قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے مقرر فرمایا ہے ہم مسلمان ہیں ہمیں آداب بارگاہ کو ملحوظ رکھنا چاہیے اللہ تعالیٰ خالق ومالک ہے حکم و بادشاہ ہے اپنے کسی قول و فعل میں جوابدہ نہیں جو چاہے کرے اس سے پوچھنے کا کسی کو اختیار نہیں کہ یہ کیوں کیا اور یہ کیوں نہیں کیا ہاں اس حکم ربی کی حکمت جو ہماری ناقص عقل میں ہے اس کو عرض کیے دیتے ہیں چونکہ اس جرم کے ثبوت سے دونوں مجرموں کی سخت تذلیل

ہوتی ہے اور پھر ان کے واسطہ سے دو خاندانوں اور نہ جانے کتنے انسانوں کی تذلیل ہوتی ہے لہٰذا اس کے ثبوت کے لیے عام نصاب شہادت کافی نہیں بلکہ اس سے ڈبل نصاب کی ضرورت تھی۔ اگر غیر شادی شدہ نہیں تو 100 کوڑے اور شادی شدہ ہے تو سنگسار جیسی عبرت ناک حدیں جاری ہونا ہیں۔

لہٰذا ثبوت جرم بھی قطعی ہونا چاہیے صرف ڈی این اے ٹیسٹ پر حد نہیں لگ سکتی اس لیے کہ اولڈ میڈیکل رپورٹ حاصل کرنے میں رشوت، دھونس دھاندلی اور غلط کارکردگی کے اتنے ہی امکانات ہیں جتنے دیگر کیسز میں اور اس میں بے ایمانی کے لیے اتنے ہی مواقع ہیں جتنے اور معاملات میں اس طرح تمام دارومدار میڈیکل رپورٹ پر نہیں رکھا جاسکتا میڈیکل رپورٹ سے قربت ثابت ہوسکتی ہے شادی شدہ ہونے کی صورت میں یہ ثبوت قربت حلال کا بھی ہوسکتا ہے اور قربت حرام کا بھی یہ فیصلہ کیسے ہوگا کہ قربت حلال ہونی ہے یا حرام۔ یہ ثبوت یا اقرار سے ملے گا یا شہادت سے صرف میڈیکل رپورٹ کافی نہیں میڈیکل رپورٹ سے بے گناہ، گناہگار اور مجرم بے گناہ ثابت ہوسکتا ہے جو ظلم ہے۔

پس گواہی یا اقرار یا حمل کے بغیر یہ جرم ثابت نہیں ہوتا جب جرم ثابت نہ ہو تو صرف میڈیکل رپورٹ پر حد جاری نہیں ہوسکتی ایسے واقعات بھی سامنے آتے ہیں کہ عورت نے اصل مجرم کو بچانے اور بے گناہ کو پھنسانے کے لیے صرف میڈیکل رپورٹ کا سہارا لیا۔ لہٰذا ڈی این اے ٹیسٹ سے مدد تو لی جاسکتی ہے لیکن سارا انحصار اس پر نہیں کیا جاسکتا اور صرف ٹیسٹ کی بنیاد پر یہ حد لاگو نہیں کی جاسکتی۔[16]

اسلامی نظریاتی کونسل کا فیصلہ: اسلامی نظریاتی کونسل نے کہا ہے کہ زنا بالجبر کے معاملہ میں ڈی این اے ٹیسٹ بطور شہادت قبول نہیں البتہ اسے ضمنی شہادت کے طور پر لیا جاسکتا ہے کونسل نے قرار دیا ہے کہ زنا بالجبر کے جرم کے تعین، حد اور قصاص کے لیے اسلام نے طریقہ کار طے کر رکھا ہے ڈی این اے ٹیسٹ صرف ضمنی شہادت کے طور پر لیا جاسکتا ہے سابق چیئرمین اسلامی نظریاتی کونسل مولانا محمد خان شیرانی کا کہنا ہے کہ زنا بالجبر میں ڈی این اے ٹیسٹ کارآمد ثابت نہیں ہوتا کیونکہ زنا ایک ایسا جرم ہے جس کے ثبوت کے لیے بہت احتیاط ضروری ہے ڈی این اے وہاں کافی نہیں ہے مذکورہ بالا اجلاس میں اعلی عدلیہ کے دو ریٹائرڈ جج حضرات جسٹس نذیر اختر اور جسٹس مشتاق میمن کے علاوہ مختلف مکاتب فکر سے تعلق رکھنے والے ممبر علماء نے شرکت کی۔[17]

احادیث مبارکہ سے یہ بات اخذ کی جاسکتی ہے کہ حضور علیہ السلام اندازوں اور ظنیات کی بنیاد پر حد جاری نہیں فرماتے تھے۔ بلکہ گواہوں کو ہی مقدم رکھتے تھے چنانچہ مسلم شریف کی حدیث میں ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے لعان کا تذکرہ کیا گیا حضرت عاصم بن عدی نے اس سلسلے میں کچھ کہا پھر چلے گئے پھر ان کے پاس ان کے قبیلے کا ایک آدمی آیا اور اس نے کہا میں اپنی بیوی کے پاس

ایک اجنبی مرد کو پایا ہے۔ حضرت عاصم کہنے لگے میں اپنی بات کی وجہ سے اس معاملے میں پڑا، وہ اس شخص کو لے کر رسول اللہ کے پاس گئے اور رسول اللہ کو یہ بتلایا کہ اس شخص نے اپنی بیوی کے پاس کسی مرد کو دیکھا ہے۔ یہ شخص زرد رنگ دبلا پتلا اور سیدھے بالوں والا تھا اور جس شخص کے ساتھ اس اپنی بیوی کو متہم کیا تھا بھری بھری پنڈلیوں والا، گندمی، رنگت والا، اور فربہ بدن تھا۔ رسول اللہ نے دعا کی اے اللہ تو اس مسئلے کا حل بیان فرما! پھر اس عورت کے ہاں جو بچہ پیدا ہوا وہ اس شخص کے مشابہ تھا جس پر اس شخص نے تہمت لگائی تھی۔ پھر انہوں نے رسول اللہ کے سامنے آپس میں لعان کیا۔ حاضرین مجلس میں سے ایک شخص نے حضرت ابن عباس سے پوچھا کیا یہ وہی عورت تھی جس کے بارے میں رسول اللہ نے فرمایا تھا کہ اگر میں بغیر گواہوں کے کسی عورت کو سنگسار کرتا تو اس عورت کو کرتا۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا نہیں وہ عورت تو وہ تھی جو اسلام لانے کے بعد علی الاعلان بدکاری کرتی تھی۔[18]

اس حدیث مبارکہ کے الفاظ "لو رجمت احدا بغیر بینة رجمت هذا" اگر میں بغیر گواہوں کے رجم کرتا تو اس عورت کو کرتا سے واضح ہوتا ہے کہ حضور سرور کائنات ظنیات کی بنیاد پر حد جاری نہیں فرماتے تھے۔ اسی طرح قیافہ کے درست ہونے کے باوجود بھی حد جاری نہیں کی، بلکہ اس طرح کے امور کی بنا پر بدگمانی سے بھی منع فرمایا ہے۔ حضرت ابوہریرہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ کی خدمت میں بنو فزارہ کا ایک شخص حاضر ہوا اور کہنے لگا میری بیوی کے ہاں ایک سیاہ فام لڑکا پیدا ہوا ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: کیا تمہارے پاس اونٹ ہیں؟ کہا: جی ہاں، فرمایا: کس رنگ کے ہیں؟ اس نے کہا: سرخ رنگ کے ہیں، آپ نے فرمایا: ان میں کوئی خاکی رنگ کا بھی ہے؟ اس نے کہا: ہاں آپ نے فرمایا: وہ کہاں سے آگیا اس نے کہا (شائد اس اونٹ کے آباواجداد) کی کسی رگ نے اس کو کھینچ لیا، آپ نے فرمایا: ہوسکتا ہے تیرے بچے میں کسی رگ نے یہ رنگ کھینچ لیا ہو۔[19]

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کسی بھی ظنی امر کی بنا پر نسب پر شک نہیں کیا جاسکتا، ڈی این اے بھی ظنی معاملہ ہے اس بنا پر قطعی حکم لگانا روح اسلام و شریعت کے خلاف ہے۔ گواہوں کی موجودگی سے ثبوت زنا قطعی امر ہو جاتا ہے اس لیے قطعی سزا کا زانی مستحق ہو جاتا ہے۔ حضور نے اس بارے میں صراحت سے ارشاد فرمایا ہے، چنانچہ حضرت ابوہریرہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے عرض کی یا رسول اللہ اگر میں اپنی بیوی کے ساتھ کسی غیر مرد کو پاؤں تو کیا میں اس کو اتنی مہلت دوں گا کہ چار گواہ لے کر آؤں۔ آپ نے فرمایا: نعم (جی ہاں)۔[20] یعنی اس صورت میں بھی مرد بیوی کو قتل نہیں کر سکتا۔

اور اگر سزا دلوانا چاہتا ہے تو اس کے لیے اسے گواہ ہی لانے ہونگے بغیر اس کے چارہ نہیں۔ اگر اسے پسند نہیں تو پھر طلاق دے دے لیکن اس کی جان بذات خود لینے یا عدالت سے لینے کا اختیار نہیں نیز فقہ کے ایک مشہور اصول کی

روشنی سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ صرف ڈی این اے ٹیسٹ کی بنیاد پر حد جاری نہیں ہو سکتی اصول یہ ہے کہ "الیقین لایزول بالشک "یقین شک سے زائل نہیں ہوتا کسی بھی شخص کا حد کے اجراء سے محفوظ رہنا یقینی امر ہے جبکہ ٹیسٹ کی بنیاد پر مجرم قرار دینا شک کا فائدہ دیتا ہے یوں شک کی بنیاد پر یقینی چیز زائل نہیں ہو سکتی۔

8. بچے کے نسب کی شناخت میں ڈی این اے ٹیسٹ کا شرعی و قانونی حیثیت

اگر ایک بچے کے سلسلہ میں کئی اشخاص دعویدار ہوں کہ لڑکا میرا ہے تو سائنس دانوں کے خیال کے مطابق بچہ اور دعویداروں کا ڈی این اے ٹیسٹ کر کے یہ بات معلوم کی جا سکتی ہے کہ حقیقی معنوں میں اس کے والدین کون ہیں؟ ایسے اختلاف کو حل کرنے کے لیے کیا ڈی این اے ٹیسٹ کرایا جا سکتا ہے اور شرعا کس حد تک اس کا اعتبار ہوگا۔ اس کا مختصر جواب یہ ہے کہ اس ٹیسٹ کا شرعی طور پر اعتبار کیا جائے گا اور بچوں کے گڈ مڈ ہو جانے یا جنگ اور حادثات یا ہسپتال میں بچوں کے مخلوط ہو جانے کی صورت میں ڈی این اے ٹیسٹ کی بنیاد پر نسب کا فیصلہ کیا جائے گا اور یہ شرعاً درست ہوگا، اس کے دلائل مندرجہ ذیل ہیں۔

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی اس مسئلہ کے بارے میں تفصیل سے لکھتے ہیں جس کا خلاصہ پیش خدمت ہے "نسب کا ثبوت دو ذرائع سے ہوگا ایک اقرار سے دوسرے گواہی سے یہ دو ذرائع سے فقہاکے نزدیک متفق علیہ ہیں گواہ ذرائع بھی ہیں جن کے بارے میں اختلاف رائے پایا جاتا ہے۔ یعنی قیافہ اور قرعہ اندازی۔ مالکیہ، شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک قیافہ سے بھی نسب ثابت ہو جاتا ہے بشرطیکہ اقرار و شہادت موجود نہ ہو لیکن حنفیہؒ کے نزدیک محض قیافہ سے نسب ثابت نہیں ہوتا۔ اس تفصیل سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ بچہ کا نسب معلوم نہ ہو جیسے لقلیط جس کے بارے میں ایک سے زیادہ مرد یا عورتیں دعویدار ہوں یا میٹرنٹی ہسپتال میں موجود بچے خلط ملط ہو جائیں اور ماں کی شناخت باقی نہ رہے، تو ان صورتوں میں ڈی این اے ٹیسٹ سے استفادہ کے بارے میں سوچا جا سکتا ہے۔ جمہور فقہاء کے نزدیک قیافہ کے ذریعہ نسب ثابت ہو سکتا ہے تو ڈی این اے ٹیسٹ کے ذریعہ بدرجہ اولی نسب ثابت ہوگا کیونکہ ڈی این اے ٹیسٹ سائنسی تحقیق پر مبنی ہے اور قیافہ محض ظن پر لیکن غور کیا جائے تو حنفیہؒ کے نزدیک بھی مجہول النسب بچوں کے ماں باپ کی نسبت متعین کرنے کے لیے ڈی این اے ٹیسٹ کافی ہونا چاہیے، اس لیے کہ حنفیہؒ کے نزدیک بھی اثبات دعوی کے وسائل میں سے ایک "قرائن قاطعہ " بھی ہے پس جب اقرار اور بینہ موجود نہ ہو تو ایسا بچہ جس کی نسبت مجہول یا مشتبہ ہو اس کے سلسلہ میں ڈی این اے ٹیسٹ کا اعتبار ہونا چاہیے۔[21]

مولانا اختر امام عادل ناظم جامعہ ربانی منورہ شریف بہار (بھارت) اس مسئلے کے متعلق لکھتے ہیں:

ڈی این اے کی بنیاد دراصل علم التوارث اور خاندانی مشابہتوں پر ہے اور ہر بچہ اپنے باپ اور ماں سے جو کروموسومز حاصل کرتا ہے وہ تاحیات اس کے اندر موجود ہوتے ہیں اس لیے ڈی این اے ٹیسٹ کو اب ثبوت نسب

کے لیے استعمال کیا جارہا ہے کبھی متنازع مسائل میں والدین کی تعیین کے لیے بھی ڈی این اے ٹیسٹ کرایا جاتا ہے زیادہ تر علماء محققین نے ثبوت نسب کے باب میں اس کو معتبر ذریعہ کے طور پر قبول کیا ہے۔ البتہ بعض علماء نے اس کو علی الاطلاق معتبر مانا ہے جبکہ بہت سے علماء نے اس میں کچھ قیود و شرائط کا اضافہ کیا ہے جو بالعموم کتب فقہیہ میں "قیافہ" اور "قرعہ" کے ذیل میں ذکر کیے گئے ہیں۔

شریعت اسلامی میں ثبوت نسب کے لیے فی زمانہ صرف ایک ذریعہ ہے یعنی عقد نکاح، نکاح اگر صحیح طور پر ہوا یعنی اس کے تمام حدود وارکان کی رعائت ملحوظ رکھی گئی ہو تو عقد نکاح سے چھ ماہ کی مدت کے بعد پیدا ہونے والا بچہ بالاجماع ثابت النسب ہوگا اور عورت کا شوہر ہی اس کے بچے کا باپ قرار دیا جائے گا اس کی بنیاد وہ مشہور روایت ہے جو حدیث کی معتبر کتب میں آئی ہے۔"الولد للفراش وللعاهر الحجر"اس حدیث کے مضمون سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ نسب کے معاملہ میں اصل چیز فراش ہے فراش صحیح کے بعد ناجائز بچہ بھی صاحب فراش کا جائز بچہ تصور ہوگا اور فراش کے ہوتے ہوئے نہ جنسی تعلق کی بات زیر بحث آئے گی اور نہ بچے کی شکل و شباہت دیکھی جائے گی۔ بچہ ہر حال میں صاحب فراش کا ہوگا۔

یعنی قرائن اگر صاف بتاتے ہوں کہ بچہ ناجائز طور پر پیدا ہوا ہے جب بھی فراش صحیح کے مقابلہ میں ان قرائن کا کوئی اعتبار نہ ہوگا ثبوت نسب کا حقیقی ذریعہ تو صرف فراش ہے جو نکاح سے حاصل ہو مگر فراش کے ثبوت اور علم کے لیے فقہ اسلامی میں چند ذرائع اور قرائن کا اعتبار کیا گیا ہے ان میں سے ایک قیافہ ہے۔ ثبوت نسب کے باب میں قیافہ کا اعتبار ہے یا نہیں یہ ایک مختلف مسئلہ ہے فقہا حنفیہّ اس کا اعتبار نہیں کرتے جبکہ شافعیہ اور حنابلہ اور مالکیہ (فی الجملہ) اس کا اعتبار کرتے ہیں اور اس کے لیے کچھ شرائط و حدود مقرر کرتے ہیں۔

مذکورہ بالا تفصیلات سے ثابت ہوتا ہے کہ شریعت اسلامیہ نسب کے معاملہ میں کس قدر محتاط اور حساس ہے اور ہر ممکن کوشش کرتی ہے کہ نسب کسی طرح ضائع نہ ہو اور سوسائٹی میں کوئی ایسا بچہ نہ رہے جس کا نسب قانونی طور پر ثابت نہ ہو۔ اس لیے اس نے ظاہر فراش شہادت، اقرار اور بعض فقہا کے نزدیک قیافہ اور قرعہ کو بھی نسب کے وسائل کے طور پر قبول کیا ہے اور ثبوت ولادت کے لیے محض ایک عورت کی شہادت، ممکنہ دعوی اور ظاہر فراش کو کافی قرار دیا ہے۔ گویا شریعت کا مزاج ہے یہ ہے کہ ثبوت نسب کے بارے میں ایسے کسی ثبوت کو نظر انداز نہیں کرنا چاہیے جس میں کچھ واقفیت ہو اس پس منظر میں ڈی این اے ٹیسٹ کو دیکھا جائے تو یہ کافی حد تک قابل قبول ثبوت ہے اس سے ایسے مواقع پر استفادہ کی گنجائش ہونی چاہیے جہاں ثبوت نسب میں کسی قسم کا شک و شبہ پایا جائے۔ یقینی مواقع پر اس کے استعمال کی گنجائش نہ ہوگی۔

مثلاً فراش کے بالمقابل کسی قسم کے ٹیسٹ کا اعتبار نہ ہوگا اگر کوئی اس ٹیسٹ کی بنا پر نسب کا انکار کرے تو اس پر

از روئے قانون شرعاً لعان واجب ہوگا۔اسی طرح بینہ (اقرار، شہادت) کے مقابلہ میں بھی اسکی کوئی اہمیت نہیں ہوگی اور اس ٹیسٹ کی بنا پر اقرار یا شہادت سے ثابت ہونے والے نسب کا باطل یا مشکوک نہیں کہا جاسکے گا البتہ جن مواقع پر ظاہر فراش، یا بینہ موجود نہ ہو اور کسی بچہ کے سلسلہ میں کئی شخص دعویدار ہوں اور بچہ مجہول النسب ہو یا لاوارث طور پر ملا ہو یا ہسپتال میں خلط ملط ہو گیا ہو تو ان مواقع پر ڈی این اے ٹیسٹ کو بنیاد بنانا درست ہوگا۔ اس لیے کہ سائنسدانوں کے دعوی اور تجربہ کے مطابق ڈی این اے ٹیسٹ "قیافہ" سے بدرجہا بہتر ذریعہ شناخت ہے اور اس میں غلطی کے امکانات بہت کم ہیں اور ساری کارروائی یقینی طور پر ہوتی ہے جینٹک سائنس اور ڈی این اے کے موضوع پر ایک کانفرنس (بتاریخ 25,23 جمادی الاخر 1419ھ مطابق 13-15 اکتوبر 1998ء) منعقد ہوئی۔

اس کانفرنس نے اپنی قراردادوں میں اس کی سفارش کی ہے کہ ڈی این اے اور جینٹک تحقیقات سے ثبوت نسب کے معاملہ میں استفادہ کرنے میں فقہی طور پر کچھ حرج نہیں ہے اس لیے کہ آج یہ قطعی قرائن کا درجہ حاصل کر چکے ہیں اور قرائن قطعیہ کا اعتبار فقہاء متقدمین کے یہاں معروف ہے۔[22]

9. ڈی این اے ٹیسٹ کی مدد سے قاتل کی شناخت کی شرعی و قانونی حیثیت

آج کل قاتل کی شناخت کے لیے بھی ڈی این اے ٹیسٹ کرایا جاتا ہے۔ اگر جائے قتل کے پاس قاتل کی کوئی چیز مل جائے جیسے بال یا خون وغیرہ تو اس کے ٹیسٹ سے قاتل کی شناخت کی جاتی ہے لیکن یہ تکنیک ابھی اس درجہ کمال تک نہیں پہنچی کہ معلوم ہوسکے کہ جو فرنزاک نمونہ جائے واردات سے اٹھایا گیا تھا۔ وہ اسی ملزم کا ہے کیا ایسی صورت میں ڈی این اے ٹیسٹ کی بنیاد پر کسی کو قاتل قرار دینا درست ہوگا۔مذکورہ بالا صورت میں ڈی این اے ٹیسٹ شرعاً غیر موثر ہوگا اس کی سب سے بڑی دلیل جس کو پچھلے صفحات میں تفصیل سے بیان کیا گیا کہ شبہات کی بنیاد پر حدود ساقط اور کالعدم ہو جاتی ہیں۔

مولانا اختر امام عادل مذکورہ بالا صورت کے ذیل میں لکھتے ہیں۔"ڈی این اے ٹیسٹ موجودہ زمانہ کا معتبر ذریعہ تحقیق ہے اور فقہی لحاظ سے اگر اس کو بینہ (اقرار و شہادت) کے درجہ میں نہیں رکھا جاسکتا ہے تو کم از کم قرائن قطعیہ اور شواہد میں ضرور شامل کیا جاسکتا ہے بلکہ دیکھا جائے تو اس کا درجہ قرائن و شواہد سے بدرجہا بلند ہے۔ اس لیے قرائن کی بنیاد ظن و تخمین پر ہے جبکہ ڈی این اے کی بنیاد علم و تحقیق پر ہے، غلطی کے امکانات یہاں ایک فیصد سے بھی کم ہیں۔ جبکہ ڈی این اے کی بنیاد علم و تحقیق پر ہے غلطی کے امکانات یہاں ایک فیصد سے بھی کم ہیں جبکہ ظن و تخمین میں غلطی کے امکانات زیادہ ہیں۔

اس تناظر میں ڈی این اے ٹیسٹ کو جرائم کی تحقیق و تفتیش کے دوران ایک خاص اہمیت ملنی چاہیے اور ایسے تمام

مقدمات جن میں حدود و قصاص کی نوبت نہ آئے اس کو بنیاد بنایا جاسکتا ہے اور دیگر کئی دلائل اور ثبوتوں کے ساتھ اس کا بھی لحاظ کیا جاسکتا ہے۔البتہ یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ صرف ڈی این اے ٹیسٹ کی بنیاد پر کسی کے خلاف یقینی طور پر فرد جرم عائد نہیں کی جاسکتی کیونکہ ڈی این اے ٹیسٹ صرف اس بات کو ثابت کرتا ہے کہ متہم شخص مقام واردات پر موجود تھا شریک جرم ہونے پر کوئی ثبوت فراہم نہیں کرتا اور ظاہر ہے کہ کسی شخص کی مقام واردات پر موجودگی اس کے مجرم ہونے کے لیے کافی نہیں۔

میرے خیال میں ایسے معاملات میں بہتر یہ ہے کہ قاضی رپورٹ کی روشنی میں متہم شخص سے اقرار کرانے کی کوشش کرے اور رپورٹ کے بعد انسان احساس شکست کی بنا پر تھوڑا دباؤ ڈالنے یا حکمت عملی اختیار کرنے پر باآسانی اقرار کر سکتا ہے اور پھر سزا کی تمام تر کارروائی اس اقرار کی بنیاد پر کرے یہ طریقہ کار زیادہ محفوظ، محتاط اور شرعی اصولوں سے زیادہ ہم آہنگ ہوگا۔اس اصول پر قاتل کی شناخت کی جاسکتی ہے۔مگر جب تک اقرار یا شہادت میسر نہ آجائے حدود قصاص کا نفاذ نہیں کیا جائے گا۔البتہ تعزیرات یا دیت کے تحت قاضی کوئی فیصلہ کر سکتا ہے۔

قاتل کی تحقیق کے سلسلہ میں ڈی این اے ٹیسٹ کی بناء پر قصاص لینے کے عدم جواز پر جن علماء نے فتوی دیا ہے ان کے اسماء گرامی یہ ہیں: مولانا اسرار الحق سبیلی حیدرآباد (انڈیا)، مولانا محمد برہان الدین سنبھلی استاذ تفسیر و حدیث دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنو (انڈیا)، مفتی محبوب علی وجیہی رام پور (انڈیا)، مفتی جمیل احمد نذیری مہتمم جامعہ عربیہ عین الاسلام مبارکپور (انڈیا)، مفتی محمد ثناء الہدی قاسمی، نائب ناظم امارت شرعیہ بہار اڑیسہ پٹنہ (انڈیا)، مفتی شیر علی گجراتی استاذ حدیث جامعہ فلاح دارین گجرات (انڈیا)۔ [23]

ان اور دیگر کافی علماء کے نزدیک قتل کے جرم میں ڈی این اے ٹیسٹ کی بنیاد پر قاتل کے ثابت ہونے سے قصاص نہیں لگایا جاسکتا۔ان سب کی متفقہ طور پر دلیل وہ حدیث مبارکہ ہے جس کا ذکر پہلے تفصیل سے کیا گیا ہے کہ شبہات کی بناء پر حدود جاری نہیں کی جائیں گی۔ہاں قاضی ڈی این اے ٹیسٹ کی بنیاد پر تعزیراً کوئی سزا دے سکتا ہے نیز ڈی این اے ٹیسٹ کی بنیاد پر ملزم پر دباؤ ڈال کر اقرار بھی کرواسکتا ہے۔

10. خلاصہ

اس مختصر آرٹیکل میں سب سے پہلے ڈی این اے کی سائنسی تحقیق کی گئی ہے۔ڈی این اے کی ساخت، اقسام اور کردار پر مختصراً گفتگو کی گئی۔یہ بھی بتایا گیا کہ ڈی این اے ٹیسٹ کیسے کیا جاتا ہے۔اس کا طریق کار کی شرعی حیثیت پر تفصیلی گفتگو کی گئی۔قرآن اور حدیث سے زنا کی سزا کے متعلق اصول و قواعد کا تذکرہ کیا گیا۔ثبوت زنا کے تین طریقوں سے زنا کی حد کو شریعت میں روک دیا جاتا ہے۔پس ڈی این اے کے ذریعے بھی زنا کی حد تو جاری نہیں ہو گی لیکن جج تعزیر کے عنوان سے کوئی سزا تجویز کرنے کا اختیار رکھتا ہے۔ڈی این اے کو جن جدید علماء نے زنا کی حد

کیلیے درست قرار نہیں دیا ان کے فتاوی جات ذکر کیے گیے ہیں۔ ڈی این اے میں غلطی کے امکانات کو بھی اخباری حوالوں سے نقل کیا گیا ہے۔ آرٹیکل کے دوسرے مسئلے "بچے کے نسب کے متعلق ڈی این اے ٹیسٹ کا شرعی حکم" کے متعلق بھی زمانہ قدیم کے وہ طریقے احادیث اور روایات کی روشنی میں بتائے گئے جن سے سلسلہ نسب ثابت کیا جاتا ہے، شوافع، مالکیہ اور حنابلہ کے نزدیک سلسلہ نسب کے ثبوت کے طریقوں میں وسعت موجود ہے۔ اسلئے ہم نے بھی بچے کے نسب کے ثبوت کے سلسلہ میں ڈی این اے کو درست قرار دیا ہے۔ اس مسئلہ کے حامی علماء کا مئوقف بھی تفصیل سے پیش کیا ہے۔ اس مئسلہ میں قیافہ کو دلیل بنا کر ڈی این اے کو جائز قرار دیا گیا ہے۔
تیسرا مسئلہ " قائل کی تلاش کے سلسلہ میں ڈی این اے کی شرعی حیثیت " پر بھی مختصرا بحث کی گئی ہے۔ چونکہ یہ بھی قصاص (حد) کا قطعی مسئلہ ہے۔ اسلیے اس صورت میں ڈی این اے کی رپورٹ قطعی اور بنیادی ثبوت کے طور پر قابل نہیں ہو گی کہ اس بناء پر قصاص کا حکم لگایا جائے بلکہ ضمنی ثبوت کے طور پر قبول کرکے تعزیرا سزا دی جا سکے گی۔ اس مسئلہ پر بھی شریعت کے احکام واضح کر دیے گیے ہیں۔

11. سفارشات و تجاویز

پاکستان میں عام مروّجہ انگریزی قانون کی رو سے میڈیکل اور سائنسی شہادتیں مثلاً فنگر پرنٹس، پوسٹ مارٹم، ویڈیو اور آڈیو ریکارڈنگز بنیادی شہادت کا درجہ نہیں رکھتیں اور اُن سے معاونت یعنی ضمنی شہادت کا ہی کام لیا جاتا ہے، اس میں علما کو دوش دینے کا کوئی تک نہیں ہے بلکہ اس 'جرم' میں پاکستان کے قوانین اور اس کے ماہر متفق ہیں۔ مثلاً قتل کے کسی کیس میں اگر براہِ راست گواہی سے صورتحال واضح نہ ہو رہی ہو تو اس صورت میں فنگر پرنٹس یا پوسٹ مارٹم رپورٹ سے مدد لی جاتی ہے۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ ان میڈیکل شہادتوں سے کسی مخصوص فعل کا وقوع تو ثابت ہو سکتا ہے لیکن اس کی حتمی نوعیت، جیتے جاگتے انسانوں کی گواہی کے بغیر ممکن نہیں، یہی صورتحال ڈی این اے کے بارے میں بھی ہے۔
ڈی این اے کو اگر نظریاتی کونسل نے ضمنی شہادت قرار دیا ہے تو گویا اس طرح اُنھوں نے اس کے شاہد ہونے کا انکار نہیں کیا، تاہم وقوعہ کے ثبوت میں اسے تائیداً قبول کرنے کی بات کی ہے۔ ڈی این اے کے بارے میں یہ بات پیش نظر رکھنی چاہیئے کہ اس سے فعل زنا کا ثبوت تو ہو سکتا ہے، تاہم اس سائنسی ٹیسٹ سے یہ پتہ نہیں چلتا ہے کہ یہ فعل رضا مندی سے ہوا یا جبر واکراہ اور ظلم کی بناپر۔ ظاہر ہے کہ ان دونوں جرائم کی نوعیت اور پاکستان میں ان کی طے شدہ سزا میں بے حد فرق ہے، زنا بالرضا کی سزا محض 5 سال قید جبکہ زنا بالجبر کی سزا 25 سال یا سزائے موت مقرر کی گئی ہے۔ کسی فعل زنا کا جبر واکراہ یا رضا مندی سے وقوع پانا، جیتے جاگتے انسانوں یا بعض اوقات دیگر قرائن وحالات کی بناپر ہی واضح ہوتا ہے۔

اس بناپر اس امر میں کوئی شبہ نہیں کہ ڈی این اے ایک ضمنی اور تائیدی شہادت ہی ہے اور بنیادی گواہی کے نظام سے مفر ممکن نہیں جس کی بنا پر جرم کی نوعیت کا تعین کیا جائے گا۔ یہاں مسئلہ ڈی این اے کو ثبوت میں معتبر ماننے یا نہ ماننے کا نہیں، جب دو افراد کی گواہی سے اسلامی میں چوری کی سزا ثابت ہو جاتی ہے اور چار سے کم گواہوں سے زنا کی سزا صادر نہیں ہو سکتی تو اس کی وجہ نفس فعل کا ثبوت نہیں بلکہ شارع عزوجل کے پیش نظر دیگر ومتعدد حکم ومصالح ہیں۔ مزید برآں شریعتِ اسلامیہ نے حدود کا نظام قائم کیا، لیکن اسلام ہمیں شبہات کی بنا پر حدود کو ختم کردینے کی تلقین کرتا ہے۔ الغرض کسی بھی قسم کی اباحیت وجنسی بے راہ روی کی مجرموں کو سزا ضرور ملنی چاہئے، اگر یہ ظلم کسی سے جبراً یا اجتماعاً ہوا ہے، تو اس سے جرم کی نوعیت سنگین تر ہو جاتی ہے، اور ایسے مجرموں کو سزائے زنا کے ساتھ ساتھ بعض اوقات حرابہ ودہشت گردی کی سزا بھی دینی چاہئے، تاہم حد کی سزا مکمل احتیاط اور شرعی تقاضوں کی تکمیل کی متقاضی ہے، شرعی سزا کی یہ شدت عدل وانصاف کے تقاضوں کو ملحوظ رکھ کر ہی دی جاسکتی ہے۔

اس بناپر اسلامی نظریاتی کونسل کا یہ موقف درست ہے کہ اکیلے ڈی این اے کی بناپر زنا کی شرعی سزا نہیں دی جاسکتی تاہم زنا کے لفظ کا اطلاق کئے بغیر، ایسے کسی ملزم کو مبادیاتِ زنا اور بوس وکنار کی تعزیری سزا حاکم وقت نافذ کر سکتا ہے۔ اور یہی، اسی قدر سیکولر حضرات کا منشا ہے، بایں وجہ میڈیا میں پھیلایا جانے والا سیکولر پروپیگنڈا معنویت ومقصدیت سے خالی، اور قانونی، سماجی اور شرعی مسئلہ میں عوام الناس کو گمراہ کرنا اور اشتعال پھیلانا ہے۔ لہٰذا ضرورت اس امر کی ہے کہ ڈی این اے کی شرعی و قانونی حیثیت متعین کرنے کے متعلق علماء وماہرین قانون کی ایک کمیٹی قائم کی جائے جو اس کام کو ترجیحی بنیادوں پر پرکھے اور اس کے تمام پہلوؤں پر غور کرے, شرعی و قانونی حوالہ جات کو زیر نظر رکھ کر ایک متفقہ فیصلہ تحریرا جاری کیا جائے اور اس کے متعلق باقاعدہ قانون سازی کرکے قانونی اداروں کو اسی کے مطابق فیصلوں کا پابند بنایا جائے۔

*****

References

1. "DNA ki Saakht, "Wikipedia ,accessed May 07,2022, https://ur.m.wikipedia.org/wiki/

ڈی این اے کی ساخت، ویکیپیڈیا، رسائی 07 مئی 2022۔

https://ur.m.wikipedia.org/wiki/،

2. "DNA ki saakht,"Wikipedia,accessed May 07,2022, https://ur.m.wikipedia.org/wiki/

ڈی این اے کی ساخت، ویکیپیڈیا، رسائی 07 مئی 2022،

https://ur.m.wikipedia.org/wiki/

3. "Watson-Crick structure of DNA"accessed May 07,2022. https://www.mun.ca/biology/scarr/Watson-Crick_Model.html&ved

واٹسن-کرک سٹرکچر آف ڈی این اے، رسائی 07 مئی 2022،

https://www.mun.ca/biology/scarr/Watson-Crick_Model.html&ved

4-“King Port Times News,May 11,2009”,Accessed May 09,2022, https://www.timesnews.net/

5-“King Port Times News,July 16,2011”,Accessed May 09,2022, https://www.timesnews.net/

6. Interesting Facts About DNA

"ڈی این اے کے بارے میں چشم کشا حقائق" :URL

https://dailyurducolumns.com/column/mufti-muneeb-ur-rehman/dna-ke-baray-mein-chashm-kusha-haqaiq-1, (Accessed May 09,2022)

7. Muslim bin Hujjaj, Al-Qashiri, *Aljamie Alsahyh*, Kitab-ul Hadood, Chapter Rap, (Bairut, Dar Turq Al Nijat,1422 AH), Hadith #: 4414.

مسلم بن حجاج القشیری، *الجامع الصحیح*، کتاب الحدود، باب حدالزنا (بیروت: دار طرق النجاۃ، 1422ھ)، رقم الحدیث: 4414۔

8. Ibid; Hadith #: 4418.

ایضا؛ رقم الحدیث: 4418

9. Ibn e Qdamah Humbli,Abdullah b.Ahmad,Abu Muhammad, *Al Mughni*, Vol. 12, (Riyadh, Dar O Alam Il Kutub Lil Taba’h wa Nashr Lil Tauzee,1404 AH), 384.

ابو محمد عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی، المغنی مع الشرح، ج 12، (ریاض، دار عالم الکتب للطباعۃ والنشر و التوزیع، 1404ھ)، 384۔

10. Ibid, 385.

ایضا، 385۔

11. Imam Muslim,Muslim b. Hujjaj,*Al Jamey Al Sahih*, Hadith #: 4420.

القشیری، صحیح مسلم، رقم الحدیث: 4420

12. Ibn e Qdamah Humbli, *Al Mughni*, Vol. 12, 386.

ابن قدامہ حنبلی، المغنی، 12:386۔

13 . Aleaynuy, Umdut-ul Alqary,Vol. 20, (Birut, dar 'iihya' alturath alearabii, nd.), 259.

العینی، عمدۃ القاری، ج20، (بیروت، دار إحیاء التراث العرب، ندارد)، 259۔

14. Salfi,Maqbool Ahmad,Zina Ki Shahadat Mein DNA Ki Sharee Haisiyat, (Lahore, Idara Radd E Fitan,1999), 20.

مقبول احمد سلفی، زنا کی شہادت میں ڈی این اے کی شرعی حیثیت (لاہور: ادارہ رد فتن، 1999ء)، 20۔

15. Ghulam Rasool Saeedi, *Sharh Aahyh Muslim*, Vol. 4, (Lahore, Fareed Book Stall, 2002), 834-5.

علامہ غلام رسول سعیدی، شرح صحیح مسلم، ج4، (لاہور: فرید بک سٹال 2002ء)، 834، 835۔

16. Abdul Qayyum Hazarvi, *Minhaj Ul Fatawa*, Vol. 4, (Lahore, Minhaj Ul Quran Publications, 2005), 321.

عبدالقیوم ہزاروی، منہاج الفتاوی، ج4، (لاہور: منہاج القران پبلی کیشنز، 2005ء)، 321۔

17. Recommendation of the Council of Islamic Ideology about DNA

اسلامی نظریاتی کونسل کی سفارش بسلسلہ ڈی این اے۔URL:

forum.mohaddis.com/threads/14045,(Accessed On May 10,2022).

18. Muslim bin Hujjaj, Al-Qashiri, *Aljamie Alsahyh* , Kitab-ul Lian, Hidth # 3758.

امام مسلم، صحیح مسلم، کتاب اللعان، 3758۔

19. Ibid, 3766.

ایضا، 3766۔

20. Ibid, 3762.

ایضا، 3762۔

21. 15th Fiqhi Seminar, Khalid Saif Rahmani, *DNA and Shariah issues related to genetic science*; Islamic Fiqh Academy (New Delhi, EFA Publications, 2013) 156-157.

پندرہواں فقہی سیمینار اسلامک فقہ اکیڈمی، خالد سیف اللہ رحمانی، ڈی این اے ٹیسٹ اور جینٹک سائنس سے متعلق شرعی مسائل (نئی دہلی: ایفا پبلی کیشن، 2013)، 156، 157۔

22. Ibid, Molan Ahktar Imam Aadil, *DNA and Shariah issues related to genetic science;* 174-1185; (Abstract).

پندرہواں فقہی سیمینار اسلامک فقہ اکیڈمی، مولانا اختر امام عادل، ڈی این اے ٹیسٹ اور جینٹک سائنس سے متعلق شرعی مسائل، 174 تا 185 (ملخصا)۔

23. Ibid, 167, 174, 179, 211, 262, 310.

ایضا، 167، 174، 179، 211، 262، 310 ۔